

حَقِيقَةٌ وَتَنْقِيَةٌ

امام غزالی شریعت کی عدالت میں

جناب غازی عزمین

(انجیر)

قط (۳)

امام غزالی اور علم قرآن:

امام غزالی کو قرآن کریم سے کس قدر شغف رہا ہے اس بات کی وضاحت کے لیے ذیل میں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

قرآن کریم میں ایک آیت ہے:

”لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُ عَلَى النَّارِ هُدًى - (طہ ۱۰)

”شام میں اس سے کوئی چنگاری تمہارے لیے لاسکوں یا وہاں الاؤپر کسی رہبر کو پاسکوں“۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر امام غزالی نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

”لَعَلَّكَ مِنْ سُرَادِقَاتِ الْعِزَّةِ نَادِي بِهَا تُؤَدِّي بِهِ مُوسَى أَنَارِ بَيْتِكَ“ (الاملء المخلص الاحياء ص ۷۷ مطبع الجنة نشر الثقافة الاسلامية)

یعنی ”اے مخاطب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو عزت کے پردوں سے پکارا گیا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پکارا گیا کہ میں تیرا رب ہوں۔“

قرآن کی ایک دوسری آیت ہے:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ - (الذاریت ۵۶)

”اور میں نے انسانوں اور جنوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ (صرف)

میری عبادت کریں“ (تفسیر بطابق انگریزی ترجمہ معانی القرآن الکریم لابن کثیر ص ۵۲۲) اس آیت کی تفسیر میں امام غزالی فرماتے ہیں:

”وَإِنَّا خَلَقْنَا الْقُلُوبَ وَأَعْيُنَهُ الْمُلُوكَ وَالْعَسَاكِرَ وَجَعَلْنَا

ترجمہ: تصحیح القرآن، مصنف مولانا حافظ الرحمن سیوہ اردی ج ۱ ص ۳۹۲، طبع ندوۃ المصنفین، بی، باجمام

النَّفْسُ مُرَكَّبَةٌ حَتَّى يُسَافِرَ كُلِّیَّةٍ مِنْ عَالَمِ التَّرَابِ إِلَى
أَعْلَى عِلِّیِّیْنَ“ (الجواهر الغزالی ص ۱۱)

یعنی ”اور میں نے پیدا کیا قلب کو اور عطا کیا اسے ملک و عساکر اور
نفس کو مرکب بنا دیا حتیٰ کہ وہ سفر کرے اس پر عالم تراب سے اعلیٰ
علیٰ تک“

استاذ محمود مہدی استانبولی جتے ہیں :

”امام غزالی نے قرآن حکیم کی بعض ایسی تفاسیر بیان کی ہیں جو عبتاً
لغو، اپنے موضوع سے ہٹی ہوئی اور تحریف الکلام کے مترادف ہیں
اس بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ (امام غزالی کو قرآن و حدیث سے معرفت
نہ تھی تو بے جا نہ ہوگا“ (ابن تمییز بطل الاصلاح الدینی محمود مہدی ص ۱۳۱، ۱۳۲)
اسی طرح امام غزالی نے تفسیر صفات اللہ تعالیٰ کی تاویل میں بیان کیا تھا کہ ”الاستواء“
”استیلاء“ پر مجاز ہے، ”ہاتھ“ ”قدرت“ پر اور ”آنکھ“ ”بصارت“ پر۔ استاذ
محمد الوزہرہ مصری نے بھی امام غزالی کی اس تفسیر کی تاویل کو سراہا اور اس کی تائید کی ہے۔
لیکن استاذ محمود مہدی استانبولی نے حقائق و دلائل کی روشنی میں استاذ محمد الوزہرہ کی
سخت گرفت کی ہے۔ امام غزالی کی صفات اللہ کی اس تاویل کے سلسلہ میں ابن تمییز نے
نہایت حق بات فرمائی ہے جو اس طرح ہے:

”بلاشبہ قرآن کریم کی تمام آیات الصفات کی تاویل میں صحابہ کے درمیان
کوئی اختلاف نہ تھا۔ صحابہ سے منقولہ بہت سی تفاسیر سامنے آئی ہیں۔
جن میں احادیث سے روایت کی گئی ہے۔ اشارہ اللہ اس بارہ میں تمام
چھوٹی و بڑی کتابیں متفق ہیں۔ ایک سو سے زیادہ تفاسیر موجود ہیں لیکن
مجھے اس وقت تک کئی صحابی کے بارہ میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے

۱۴۱ ابن تمییز بطل الاصلاح الدینی، مصنفہ استاذ محمود مہدی استانبولی ص ۱۳۲، مکتبۃ المدینۃ، دمشق

۱۴۲ ابن تمییز، مصنفہ استاذ محمد الوزہرہ مصری ص ۶۰، ۶۱، ۶۲، طبع مصر

۱۴۳ ابن تمییز بطل الاصلاح الدینی محمود مہدی استانبولی ص ۱۳۱، ۱۳۲۔

آیات صفیاً احادیث صفات کی کوئی تاویل، اس کے مقضیٰ اور مفہوم معروف کے خلاف بیان کی ہو۔“ (تفسیر سورۃ النور امام ابن تیمیہ ص ۱۴۵ و (سوانح) ابن تیمیہ لاسٹاذ محمد ابو زہرہ مصری ص ۲۷۰)

حافظ ابن الجوزی نے امام غزالی کی ایک تفسیری رائے کے متعلق اپنی مشہور زاہ تصنیف ”تلبیس ابلیس“ میں اس طرح لکھا ہے:

”اس میں لکھا ہے کہ وہ ستارہ اور سورج اور چاند جن کو حضرت ابراہیم نے دیکھا، ^{۱۳۳} ان سے مراد انوار ہیں جو اللہ عزوجل کے حجاب ہیں۔ یہ مشہور چاند، سورج اور ستارے مراد نہیں۔ غزالی کا یہ کلام باطنیہ کے کلام کی قسم سے ہے۔“ (تلبیس ابلیس، مصنفہ امام ابن الجوزی، ترجمہ مولانا عبدالحق ص ۲۵۵، مطبع فاروقی دہلی)

امام غزالی اور علم حدیث:

امام غزالی کو علم حدیث اور اس کے متعلقات کی بہت کم معرفت تھی جس کا محظوظ بہت اندازہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہوگا۔ اس بات کی شہادت خود امام صاحب نے ان الفاظ میں دی ہے:

”بِمَا عَرَفْتِي فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ مُزْجَاةٌ“ (رسالة التاويل ص ۱۶)

یعنی ”علم حدیث میں میری بصناعت بہت خلط ملط اور کم ہے“

اسی باعث آپ کی تصانیف میں کثیر تعداد میں ضعیف اور موضوع زایات ملتی ہیں۔ بہت سے علمائے کبار نے امام غزالی کی اس کمی کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً ابوبکر الطرطوشی فرماتے ہیں:

”وہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے محبت ہے

ہمیں اس بسیط و عزیزین سر زمین پر کسی ایسی کتاب کا علم نہیں ہے جو

جھوٹ باندھنے میں ان (امام غزالی) سے بڑھ کر ہو۔“ (سیرۃ الغزالی

ص ۷۵، طبع دارالفکر دمشق)

امام غزالی چونکہ بقول مولانا ابوالحسن علی الندوی "حدیث کی طرف ایسی توجہ نہیں کر سکے تھے جیسی انہوں نے علوم عقلیہ اور بعض علوم نقلیہ کی طرف کی تھی لہذا اس (آخری) زمانہ میں ان کو اپنی اس کمی کو پورا کرنے کا خیال ہوا۔ چنانچہ اپنے زمانہ کے ایک مشہور محدث حافظ عمر بن ابی الحسن الرواسی کو اپنے یہاں مہمان رکھ کر ان سے صحیح بخاری صحیح مسلم کا درس لیا اور اس کی سند حاصل کی۔ یہ آخر زمانہ ان کا حدیث کے مطالعہ اور اشتغال میں گزرا" (ذاتی تاریخ دعوت و عزیمت، مصلفہ ابوالحسن علی الندوی ج ۱ ص ۱۸۹ طبع لکھنؤ)

ابن عساکر کا قول ہے:

« وَكَانَتْ حَاطَمَةُ أُمُّهُ إِتْبَالَ عَلَى حَدِيثِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَجَاسِنَةِ أَهْلِهِ وَمُطَالَعَةِ الصَّحِيحَيْنِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمِ الَّذِينَ هُمَا حُجَّةُ الْإِسْلَامِ »

(تبلیغ کذب المفتری ص ۲۹۶)

یعنی "ان کی زندگی کا آخری کام یہ تھا کہ وہ حدیث نبوی کی طرف پوری طرح توجہ ہوتے اور علماء حدیث کی ہم نشینی اختیار کی، صحیحین بخاری و مسلم کا مطالعہ شروع کیا جو اسلام میں سند کا درجہ رکھتی ہیں"۔

امام حافظ ابن تیمیہ نے بھی ایک مقام پر امام غزالی کے متعلق لکھا ہے کہ آخری زندگی میں علوم فلسفیہ و کلامیہ سے اشتغال چھوڑ کر علم حدیث کی طرف توجہ ہوتے حافظ ابن تیمیہ کے الفاظ میں امام غزالی کے اس رجحان کا تذکرہ یوں منقول ہے:

« وَأَخْرَمَ الشُّغْلَ بِهِ النَّظْرَ فِي بَعْضِ الْبُخَارِيِّ وَمَاتَ وَهُوَ مُشْتَغِلٌ بِذَلِكَ » (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الديني لمحمود مہدی ص ۲۵۲)

۱۔ استاذ محمود مہدی استانبولی نے امام ابن تیمیہ کے اس قول پر ایک حاشیہ لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"امام غزالی نے اگرچہ اپنے آخری دور میں فلسفہ کے بدلہ سنت سے اشتغال

یعنی ”آخری چیز جس کے ساتھ ان کا اشتغال تھا وہ صحیح بخاری میں نظر
 تھی اور (انہوں نے) وفات پائی جب وہ اس کے ساتھ مشغول تھے“
 امام غزالی اور تصوف؛
 امام غزالی تصوف کے بہت مداح اور حامیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اپنے
 تصوف کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اس سے متاثر ہوئے تھے۔ چنانچہ اپنے حالات زندگی
 بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اب صرف تصوف باقی رہ گیا، میں ہمہ تن تصوف کی طرف متوجہ ہوا۔
 تصوف علمی بھی ہے اور عملی بھی۔ میرے لیے علم کا معاملہ آسان تھا۔ میں نے
 ابوطالب بنی کی قوت القلوب اور عارف محاسبی کی تصنیفات، اور
 حضرت جنید شبلی و بایزید بسطامی وغیرہ کے ملفوظات پڑھے اور علم کے
 راستے سے جو کچھ حاصل کیا جاسکتا تھا وہ میں نے حاصل کر لیا، لیکن مجھے
 معلوم ہوا کہ اصلی حقائق تک تعلیم کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ ذوق و حال
 اور حالات کی تبدیلی سے پہنچا جاسکتا ہے جو علوم میرا سرمایہ تھے خواہ
 وہ شرعی ہوں یا عقلی، ان سے مجھے وجود باری اور معاد پر ایمان راسخ ہو
 چکا تھا۔ الخ“ (المنقذ من الضلال للغزالی)

کیا تھا۔ لیکن اپنی سابقہ صوفیانہ و فلسفیانہ آرا سے، جو یقیناً صحیح اسلام سے بعد
 اور کتاب سنت سے عدم مشغف کے باعث ان سے صادر ہو گئی تھیں، رجوع کا
 علی الاعلان انہار نہیں کیا جیسا کہ ایک اشعری کے متعلق مشہور ہے کہ جب اس نے مذہب
 اشاعرہ سے توبہ کی تو مسجد کے منبر پر پرچہ کر اس طرح اعلان کیا، اے لوگو جو مجھے پہچانتا
 ہے اس نے مجھے پہچانا اور جو مجھے نہیں جانتا پس میں اشعری ہوں۔ مجھ پر حق ظاہر
 ہو چکا ہے لہذا میں اس سے اپنا تعلق توڑتا ہوں اور عقیدہ سلت کی طرف رجوع
 کرتا ہوں اور ان معتقداتِ باطلہ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں جو اس عقیدہ
 کے مخالف ہوں۔“

(ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی لاسٹاذ محمود ہمدی ص ۲۵۲)

” (چنانچہ) بغداد سے میں شام آیا اور وہاں دو سال کے قریب رہا، وہاں میرا کام عسالت و خلوت اور مجاہدے کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے علم تصوف سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس کے مطابق نفس کے تزکیہ، اخلاق کی درستی و تہذیب اور ذکر اللہ کے لیے اپنے قلب کو مصفا کرنے میں مشغول رہا۔ میں مدت تک دمشق کی جامع مسجد میں معتکف رہا۔ مسجد کے سنارے پر چڑھ جاتا اور تمام دن دروازہ بند کیے وہیں بیٹھا رہتا۔ دمشق سے میں بیت المقدس آیا، وہاں بھی روزانہ صخرہ کے اندر چلا جاتا اور دروازہ بند کر لیتا..... حج کرنے کے بعد اہل و عیال کی کھشش اور بچوں کی دعاؤں نے مجھے وطن پہنچا دیا، حالانکہ میں وطن کے نام سے کوسوں بھاگتا تھا۔ وہاں بھی میں نے تنہائی کا اہتمام رکھا اور قلب کی صفائی سے غافل نہیں ہوا۔ الخ“ (المنقذ من الضلال للغزالی، مختصراً)

اسی خود نوشت میں آگے چل کر لکھتے ہیں :

” دس سال اسی حالت میں گزر گئے۔ ان تنہائیوں میں مجھے جو انکشافات ہوتے اور جو کچھ مجھے حاصل ہوا، اس کی تفصیل اور اس کا استقصاء تو ممکن نہیں لیکن ناظرین کے نفع کے لیے اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صوفیاء ہی اللہ کے راستے کے سالک ہیں ۴۶۔ ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ ۴۷۔ اگر عقلمند کی

۴۶۔ شائد اسی لیے امام شافعیؒ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ”اگر کوئی آدمی پناہت کے وقت صوفی بنے ظہر سے پہلے مزور و احمق ہو جائے گا“ اور ”بوشخص چالیس روز صوفیہ کے پاس رہے گا پھر کبھی اس کی عقل اس کے پاس نہیں آئے گی“ (تلمیس البلیس) مصنفہ حافظ ابن الجوزی ص ۴۹۶ مطبوعہ فاروقی (دہلی) ۴۷۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں، ”چونکہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا راستہ ہی صحیح راستہ تھا۔ اس لیے آپ نے صوفیاء کے تمام گروہوں (بشمول امام غزالی) پر تنقید کی ہے الخ“ (امام ابن تیمیہ،

محقق، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ نور نبوت سے بڑھ کر روتے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتے۔

(المنقذ من الضلال للغزالی)

ایک جگہ اپنی خلوت نشینی کے متعلق لکھتے ہیں:

”اس طرح میری گوشہ نشینی کی مدت گیارہ سال ہوتی ہے الخ“ (المنقذ من

الضلال)

مولانا شبلی نعمانی بیان کرتے ہیں کہ:

”بغداد میں ان کو تحقیق حق کا شوق پیدا ہوا، تمام مذاہب کو چھانا، لہجی سے تسلی نہیں ہوتی، آخر تصوف کی طرف رُخ کیا۔ لیکن وہ قال کی چیز نہ تھی بلکہ سرتاپا حال کا کام تھا اور اس کا پہلا زینہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس تھا۔ امام صاحب کے مشاغل اس کیفیت کے بالکل سدِ راہ تھے، قبولِ امام ناموری، جاہ و منزلت، مناظرات و مجادلات اور پھر تزکیہ نفسِ شتان بے نھا۔ ایں رہ کہ می روی تو بمسئل نمی رود

آخر سب کو چھوڑ چھاڑ کر ایک کھلی پہن بغداد سے نکلے اور دشتِ پائی شروع کی۔ سخت مجاہدات و ریاضات کے بعد بزمِ رازنیک رسائی پائی۔ یہاں ممکن تھا کہ اپنی حالت میں مست ہو کر تمام عالم سے بے خبر بن جاتے لیکن

بیاد آر حریفان بادہ پیمارا ... الخ“ (الغزالی، مصنفہ مولانا شبلی نعمانی ص ۶۲، ۶۳)

مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۶۳ مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۷۹ء) تصوف کی رد میں آپ کی جو تنقیدی کتاب ملتی ہیں وہ یہ ہیں: الحج العقلیہ فی الرد علی الجہمیہ والصفیہ، رسالہ فی الذوق والوجد الذی یذکرہ الصوفیہ، قاعدہ فی الرد علی اہل الاتحاد، السبعینیۃ، قاعدہ فی الشیوخ الاحمدیۃ الفرق بین الخلوۃ الشرعیہ والبدعیۃ، تحریر السماع، قاعدہ فی بیان طریقت القرآن، قاعدہ فی السیاحۃ العزلیہ، فی الفقر والتصوّف، قاعدہ فی تزییح النورس، قاعدہ فی الزہد والورع، قاعدہ فی امر الصائمین، شفاء، ہا، رسالہ فی علم الظاہر و علم الباطن وغیرہ۔

مولانا سید ابوالحسن علی الندوی بتاتے ہیں:

”عمل کے سلسلہ میں اپنی ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی و تکمیل کا انہوں نے کوئی گوشہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ علمی تبحر اور جامعیت و مجال کے ساتھ اپنے وقت کے ایک مخلص و مبصر شیخ طریقت شیخ ابوعلی فارمدی (م ۴۷۷ھ) سے بیعت کی اور تصوف کی تعلیم حاصل کی، پھر اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کے مقاصد و غایات کو پہنچنے اور اذواق صحیحہ سے لذت آشنا ہونے“ (تاریخ دعوت و عزیمت، تصنیف مولانا ابوالحسن علی الندوی ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ لکھنؤ)

جناب عبدالرحمن عاقر

شعر و ادب

دَوَاں سُوئے مَدِیْنَه کَارَوَاں تھے !

فضا و لکش ہے کینف آور سماں ہے
زمیں کے ذرے گردوں کے ستارے
نہیں موقوف بنج و ہمسرو مہ، پر
نہیں ممکن فرار اُس ذاتِ حق سے
گتے جس راہ سے اپنے اکابر،
یہ جس نے بربط دل آج پھیسٹرا
میں اپنی بے بسی پر رو رہا جوں
یہ ممکن ہے وہی دشمن ہو تیرا
غلط باتیں نہ کر منسوب ہم سے
کوئی پگھلا بھی دل تیرے بیال سے

جبیں میری ہے، تیرا آستان ہے
ہر اک شے سے تری قدرت عیاں ہے
ترے قبضے میں نظم دو جہاں ہے
زمیں اُس کی ہے اُس کا آسمان ہے
اسی پر اپنی منزل کا نشان ہے
کہ ہر تارِ نفسِ نغمہ کنال ہے
رواں سُوئے مدینہ کارواں ہے
زمانے میں جو تیرا رازِ دل ہے
ہمارے منہ میں بھی آخر زبان ہے
سنا تھا تو بڑا شعلہ بیال ہے

تیرا عاقر، ترے لطف و محرم سے
بڑی تعریف میں رطب اللسان ہے